میں نظر آتی ہے۔ (۱)

اس کے کلام کے محاسن ومعائب کا ذکر کیا جائے تو بہت طول پکڑ جائے گا۔ اس کے الفاظ ومعانی میں ایک ایسا حسن اور موسیقی ہے جس کی وجہ سے حسن دوبالا ہوگیا۔ بیشتر جگہوں پر لفظی ومعنوی حسن موجود ہے۔ وہ جدیدیت کے بین بین ہے۔ اس کے بیشتر دواوین میں قواعد کا پاس ولحاظ موجود ہے البتہ "معاسیات" میں یہ چیزیں نہیں ملتیں۔ اسے فطرت سے بہت محبت ہے۔ فطرت وانسانیت کا ترجمان ہے۔ مناظر فطرت سے اسے بہت دلچسپی ہے۔ وہ کسی خاص جماعت کا شاعر اور ترجمان نہیں ہے وہ اپنی ذات کا مغنی ہے۔ جماعت وسوسائٹی کے حدود سے بلند تر ہے۔ بعض چیزیں اس کے یہاں ایسی ہیں جن سے گرانی ہوتی ہے۔ وہ موسیقی کا شیدائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوانی پر اس نے زیادہ خیال نہیں کیا۔ اس کے یہاں قافیوں میں بڑی خرابیاں ہیں۔ (۲)

علی محمود طٰہٰ کے دواوین

(۱) "الملاح التائہ" اس کا پہلا دیوان ہے۔ اس میں اس نے اپنے رومانی خیالات کو پیش کیا ہے۔ اسے کائنات سے بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ لامرتین "کا قصیدہ" البحیرہ" اس میں شامل ہے یہ فرانسیسی، رومانی شاعری کا زبردست شاعر ہے۔ قصیدہ" اللہ والشاعر" میں علی محمود طٰہٰ نے خدا سے اپنے تعلق کا اظہار کیا ہے۔ جس میں اس نے اپنے رب سے سرگوشی کی ہے۔ لامرتین کے خیالات سے متاثر ہونے کی وجہ سے مادی نقطۂ نظر کو زیر بحث لایا۔

اس دیوان میں زیادہ تر عہد شباب کی داستان سرائی کی ہے۔" دمیاط" شہر "السنانیہ" کے قدرتی مناظر پر روشنی ڈالی ہے۔ بحیرہ" المنزلہ" اور وہاں کے بروبحر کے مشاہدات پر بڑی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ اس میں سب سے خوبصورت قصیدہ" علی الصخرۃ البیضاء" ہے۔ وہ کائنات کی چیزوں کو حیرت سے دیکھتے ہوئے اس میں کھو جاتا ہے وہی اس کے لیے سکون واطمینان کا باعث ہے۔ یہاں اس کے افکار کھل کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) تاریخ الشعر العربی الحدیث ص: ۲۸۶

(۲) حدیث الاربعاء ۱۴۶/۳

اس دیوان میں مصری شاعری کی تقلید نہیں کی۔ بلکہ اپنے خیالات واحساسات اور زندگی کے تجربات کو اپنے رنگ میں پیش کیا ہے۔ "فرحۃ الشاعر" اس دیوان کا عظیم الشان قصیدہ ہے۔ (۱)

أیها الشاعر الكئیب مضى اللیل ... ما زلت غارقاً فی شجونك
مسلماً رأسك الحزین الى الفكر ... وللسهد ذابلات جفونك
وفم ناضب به حر أنفا ... س یلهث على ضعیف أنینك
ویدٌ تمسك الیراع وأخرى ... فی ارتعاش تمر فوق جبینك (۲)

یہ دیوان ۱۹۳۴ء میں منظر عام پر آیا۔ درج ذیل خصوصیات پر یہ دیوان مشتمل ہے۔

(۱) شاعر کو اپنے فن پر ناز ہے۔ اس نے خود کو بنی نوع سے بڑھ کر فرشتہ قرار دیا۔ شاعر کا ہبوط آسمان سے ہوا ہے۔ وہ قصیدہ "میلاد الشاعر" میں گویا ہے۔

هبط الأرض كالشعاع السنی ... بعصا ساحر وقلب نبی
لمحة من أشعة الروح حلت ... فی تجالید هیكل بشری (۳)

(۲) کائنات کی ہر شئی ایک شاعر کی آمد پر جشن طرب مناتی ہے۔

حینما شارفت به أفق الأر ... ض زها الكون بالولید الصبی
وسرى فی الكائنات نور محیا ... ضاحك البشر عن فؤاد رضی (۴)

(۳) ایک شاعر کا دل بغض و عناد سے پاک اور خیر و سعادت کا منبع و مصدر ہوتا ہے۔

لا تقل كم أخ لك الیوم فی الآ ... رض شقی الوجدان أسوان حائر
وإن تكن سادرته فی الأرض آلا ... م وحلت به الجدود العواثر (۵)

(بقیہ آئندہ)

---

(۱) الأدب العربی المعاصر فی مصر ص: ۱۴۵
(۲) علی محمود طٰہ شعر و دراسة ص: ۵۴۱
(۳) ایضاً ص: ۶۲۰
(۴) ایضاً ص: ۶۲۰
(۵) علی محمود طٰہ شعر و دراسة ص: ۶۳۰

عہد مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

قسط ۷

(۱۵۸۰ء تا ۱۶۲۷ء)

ڈاکٹر محمد عمر شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علیگڈھ

شاہی محل میں خدمت کرنے کے اوقات

فنچ نے لکھا ہے کہ "قابل ذکر بات یہ ہے کہ دربار اور یہاں ان باغوں میں نہ کسی درباری یا باغبانوں کو مستقل حاضر رہنے کے لئے تعینات کیا گیا ہے لیکن سب باری باری سات دن اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں؛

سرکاری جیل خانے؛

گوالیار، رنتھمبور اور رہتاس، ان تین جگہوں پر سرکاری جیل خانے تھے۔ رنتھمبور صرف ان منصبداروں کو بھیجا جاتا تھا جنہیں وہاں پہونچنے کے دو ماہ بعد قتل کر دیا جاتا تھا۔ جب وہ پوست کھاکر بالکل مدہوش ہو جاتے تھے تو انھیں دیواروں کی منڈیروں سے نیچے گرا دیا جاتا تھا تاکہ وہ نیچے کی چٹان سے ٹکراکر مر جائیں۔ رہتاس صرف ان منصبداروں کو بھیجا جاتا تھا جن کو عمر قید کی سزا دی جاتی تھی، شاذ و نادر ہی ان میں کوئی وہاں سے زندہ واپس آتا تھا۔

سر کی کھوپڑیوں کا مینار؛

پانی پت میں فنچ نے "کئی سو چوروں کی کھوپڑیوں کا بنا ہوا ایک مینار دیکھا تھا اور ایک میل کی دوری تک ان کے دھڑ پھانسی کے تختوں پر لٹکے ہوئے تھے۔"

اس دیوان میں مصری شاعری کی تقلید نہیں کی۔ بلکہ اپنے خیالات و احساسات اور زندگی کے تجربات
نے رنگ میں پیش کیا ہے: "غرفۃ الشاعر" اس دیوان کا عظیم الشان قصیدہ ہے۔ (۱)

ایہا الشاعر الکئیب مضی اللیل ... ما زلت غارقاً فی شجونک
مسلماً رأسک الحزین الی الفکر ... وللسہد ذابلات جفونک
وفم ناضب بہ حر انفاس ... یلک یطفس علی ضعیف انینک
وقد تمسک الیراع واخری ... فی ارتعاش تمر فوق جبینک (۲)

یہ دیوان ۱۹۳۴ء میں منظر عام پر آیا۔ درج ذیل خصوصیات پر یہ دیوان مشتمل ہے۔

) شاعر کو اپنے فن پر ناز ہے۔ اس نے خود کو بنی نوع سے بڑھ کر فرشتہ قرار دیا۔ شاعر کا ہبوط
آسمان سے ہوا ہے۔ وہ قصیدہ "میلاد الشاعر" میں گویا ہے۔

ہبط الارض کالشعاع السنی ... بعصا ساحر و قلب نبی
لمحۃ من اشعۃ الروح حلت ... فی تجالید ہیکل بشری (۳)

) کائنات کی ہر شئ ایک شاعر کی آمد پر جشن طرب مناتی ہے۔

حینما شارفت بہ اُفق الدنیا ... ض زہا الکون بالولید الصبی
وسبی الکائنات نور محیا ... ضاحک البشر عن فؤاد رضی (۴)

) ایک شاعر کا دل بغض و عناد سے پاک اور خیر و سعادت کا منبع و مصدر ہوتا ہے۔

لا تقل کم اخ لک الیوم فی الا ... رض شقی الوجدان اُسوان حائر
وان تکن ساورتہ فی الارض آلام ... وحلت بہ الجسد ون العواثر (۵)

(بقیہ آئندہ)

---

۱) الادب العربی المعاصر فی مصر ص: ۱۲۵
۲) علی محمود طہ شعرہ و دراسۃ ص: ۵۴۱
۳) ایضاً ص: ۶۲۰
۴) ایضاً ص: ۶۲۰
۵) علی محمود طہ شعرہ و دراسۃ ص: ۶۳۰

عہدِ مغلیہ یورپی سیاحوں کی نظر میں

(۱۵۸۰ء تا ۱۶۲۷ء)　قسط ۷

ڈاکٹر محمد عمر، شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

شاہی محل میں خدمت کرنے کے اوقات

فنچ نے لکھا ہے کہ "قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ دربار اور یہاں ان باغوں میں نہ کسی درباری یا باغبانوں کو مستقل حاضر رہنے کے لئے تعینات کیا گیا ہے لیکن سب باری باری سات سات دن اپنی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں۔

سرکاری جیل خانے؛

گوالیار، رنتھمبور اور رہتاس، ان تین جگہوں پر سرکاری جیل خانے تھے۔ رنتھمبور صرف منصبداروں کو بھیجا جاتا تھا جنہیں وہاں پہونچنے کے دو ماہ بعد قتل کر دیا جاتا تھا۔ جب وہ دست کھا کر بالکل مدہوش ہو جاتے تھے تو انہیں دیواروں کی منڈیروں سے نیچے گرا دیا جاتا تھا تاکہ وہ نیچے کی چٹّان سے ٹکرا کر مر جائیں۔ رہتاس صرف ان منصبداروں کو بھیجا جاتا تھا جن کو عمر قید کی سزا دی جاتی تھی، شاذ و نادر ہی ان میں کوئی وہاں سے زندہ واپس آتا تھا۔

سر کی کھوپڑیوں کا مینار؛

پانی پت میں فنچ نے "کئی سو چوروں کی کھوپڑیوں کا بنا ہوا ایک مینار دیکھا تھا اور ایک میل کی دوری تک ان کے دھڑ پھانسی کے تختوں پر لٹکے ہوئے تھے۔"

مغل بادشاہوں کے مقبرے:

آگرہ میں اکبر اور دہلی میں ہمایوں کے مقبروں کو دیکھنے کے لئے فنچ گیا تھا۔ ان مقبروں کے بارے میں اپنے تاثرات کا اس نے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

ہمایوں کا مقبرہ!

پرانی دہلی کی طرف سے اگر کوئی شخص وہاں جاتا تھا تو اسے ہمایوں کے مقبرے تک پہونچنے کے لئے ایک محراب دار پل سے جانا پڑتا تھا۔ جس کمرہ میں اس کی قبر واقع تھی وہاں بیش بہا قالینیں بچھی ہوئی تھیں۔ اس نے لکھا ہے کہ: "وہ مقبرہ بھی ایک سفید چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے اوپر تکلف ایک شامیانہ لگا ہوا تھا اور اس کے سامنے چھوٹے تختوں پر کتابیں رکھی ہوئی تھیں جن کے بغل میں اس کی تلوار، دستار اور جوتے رکھے ہوئے تھے۔"

اکبر کا مقبرہ:

فنچ نے لکھا ہے کہ جب وہ اسے دیکھنے گیا تھا تو اس کی تعمیر نامکمل تھی۔ وہ عمارت پانچ منزلہ تھی۔ پہلی منزل میں سنہری ایک گول کفن میں لپٹی ہوئی اس کی نعش رکھی ہوئی تھی۔ دوسری منزل میں "بطور ایک یادگار" اس کے کپڑوں کی الماری رکھی ہوئی تھی۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ "میرے وہاں سے واپس آنے کے وقت تک وہ قبر مکمل نہ ہوئی تھی لیکن جنازہ کی صورت میں وہاں اس کی میت رکھی ہوئی تھی جس کے اوپر سنہری پھولوں سے منقش ایک سفید چادر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے سرہانے اس کی تلوار اور ڈھال رکھی ہوئی تھی۔ چھوٹے سے ایک تکیئے پر اس کی دستار رکھی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ دو تین کتابیں جن کی جلدیں ملمع تھیں۔ اس کے پیتانے اس کے جوتے رکھے ہوئے تھے اور ایک خوشنما چلمچی اور ایک لوٹا رکھا ہوا تھا۔ جو شخص اس قبر کے نزدیک جاتا تھا تو وہ اظہار احترام کیا کرتا تھا اور جوتے اتار لیتا تھا۔ وہ اپنے ساتھ تھوڑی سی مٹھائی، خوشبودار پھول لے جاتا تھا۔ وہ یا تو ان چیزوں کو فرش پر ڈال دیتا تھا یا پھولوں سے اس قبر کو سجاتا تھا۔" فنچ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس قبر کو ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی طرح